ہے؛ بلکہ سب کا تعلق اسرائیلی روایات سے ہے۔اس لیے تفسیر قرآن میں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں۔

جمہور محقق مفسرین امام طبریؒ، ابن کثیرؒ، شوکانیؒ، السعدیؒ، ابن العثیمینؒ سب کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے اس حصے کو مبہم رکھا ہے، اور نبی کریم ﷺ سے بھی اس کی تعیین میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔اور اس طرح کے مبہمات کی تعیین میں کوئی فائدہ بھی نظر نہیں آتا۔اس لیے یہ کہا جائے گا کہ انہیں کوئی ٹکڑا معین کر کے مارنے کا حکم دیا تھا، یا کوئی بھی ٹکڑا مارنے کے لیے کہا گیا تھا۔ واللّٰہُ أعلمُ

﴿کذٰلکَ یُحیی اللّٰہُ الموتٰی﴾ کاف حرف تشبیہ اور ذلکَ اسم اشارہ ہے۔مشار الیہ محذوف ہے: إحیاء مثل ھذا الإحیاء یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنی اسرائیل کے اس مقتول کو زندہ فرمایا، اسی طرح اپنے حکم سے اور ایک ہی کلمے سے تمام مردوں کو روزِ قیامت زندہ کردیں گے۔جیسے کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○﴾ [یٰس ۵۳] ''بس صرف ایک ہی پکار ہوگی، اتنے میں وہ تمام ہمارے ہاں حاضر کیے جائیں گے۔'' الموتیٰ' المیت کی جمع ہے، یہاں مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے۔

﴿ویُریکم اٰیاتہ﴾ سابقہ جملہ ﴿کذلک یحیی اللّٰہ الموتٰی﴾ پر عطف ہوا ہے۔یُریکم باب افعال سے مضارع ہے، فاعل ھو ضمیر ہے، کم مفعول اول، ایاتہ مفعول ثانی ہے۔

آیات' آیۃ کی جمع ہے، یعنی علامت ونشانی۔یہاں آیات سے مراد کونی آیت ہے، کیونکہ گائے کا ایک ٹکڑا مارنے سے مقتول کا زندہ ہو جانا ایک کونی نشانی ہے۔اور یہی ایک شرعی نشانی بھی ہو سکتی ہے؛ کیونکہ میت کو گائے کا ٹکڑا مارنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے ذریعے دیا تھا۔

﴿لعلَّکم تعقلونَ﴾ لعَلَّ بیان علت کے لیے آیا ہے، تاکہ تم عقل کرو اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور حکمتوں کو سمجھ لو۔ عقل دراصل روکنے اور منع کرنے کو کہا جاتا ہے۔دراصل عقل ہی انسان کو فضول اور نقصاندہ کاموں سے روکتی ہے۔ جبکہ ذکاء وذہانت اگرچہ جلدی سمجھنے اور ہوشیاری کو کہا جاتا ہے، لیکن ذہانت نقصان دہ امور سے باز رکھنے کا نام نہیں۔ممکن ہے کوئی انسان ذہین وفطین ہو کر بھی عاقل نہ ہو۔[التفاسیر: الطبری، القرطبی، البغوي، ابن کثیر، ابن عطیة، ابن الجوزی، البیضاوي، الشوکاني، الشنقیطي، السعدي، ابن العثیمین، الفرقان]

درس حدیث شریف

مساجد کا مقابلہ حسن

ابو محمد عبدالوہاب خان

عن ابن عباس ﷛ قال: قال رسول اللّٰہِ ﷺ: "مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ"

حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے مساجد کو بلند و بالا بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔"

تخریج: [سنن أبي داؤد حديث: ۴۴۸ كتاب الصلاة باب في بناء المساجد، ومن طريقه البغوي ح: ۴۶۳ والبيهقي ۴۳۸/۲. الطبراني في الكبير ح: ۱۳۰۰۰-۱۳۰۰۳، مصنف عبدالرزاق حديث: ۵۱۲۷، مسند أبي يعلى الموصلي ح: ۲۴۵۴، ۲۴۸۸-۲۴۸۹، صحيح ابن حبان ح: ۱۶۱۵، شرح السنة للبغوي ح: ۴۶۳]

تشریح: امام بغویؒ کہتے ہیں: تشیید سے مراد عمارت کو بلند اور اونچا بنانا ہے، جیسے فرمانِ الٰہی میں آیا ہے:

﴿فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [النساء ۷۸] "بلند و بالا عمارتوں میں"

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے مجھے دین اسلام کی عبادت گاہوں کو بلند و بالا اور شاندار و عالیشان بنانے کا حکم نہیں فرمایا ہے؛ بلکہ سادہ بنانے کی تلقین فرمائی ہے۔

امام فراء (ت ۲۰۷ھ) کہتے ہیں: جب فعل ایک ہی چیز پر بار بار واقع ہو تو اس میں تشدید پڑھنا جائز ہے۔ جیسے مررتُ برَجُلٍ مُشَجَّجٍ وثوبٍ مُمَزَّقٍ؛ کیونکہ سرزخمی کرنا اور کپڑا اپھاڑنا بار بار واقع ہو سکتا ہے، جبکہ مررتُ بكَبْشٍ مُذَبَّحَةٍ نہیں کہہ سکتے؛ کیونکہ ذبح بار بار واقع نہیں ہو سکتا۔ [معاني القرآن ليحيى بن زياد الفراء] اس لیے زیر درس حدیث میں تشیید باب تفعیل یعنی تشدید کے ساتھ آیا ہے؛ کیونکہ عمارت کو بار بار بلند سے بلند تر کرنا ممکن ہوتا ہے۔

باب تفعیل کثرت فعل پر دلالت کرنے کے لیے ذبح، قتل وغیرہ میں بھی وارد ہوا ہے۔ جیسے ﴿يُقَتِّلُوْنَ

اَبۡنَآءَ کُمۡ، یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَ هُمۡ، یُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَ کُمۡ﴾[الأعراف ١٤١، القصص ٤، البقرة ٤٩]

امام بغویؒ کہتے ہیں: یہاں عمارت کو بلند و بالا بنانا مراد ہے۔اس لفظ کے دوسرے معنی ''چونہ گچ کرنے'' کے ہیں۔ اور شَیۡد چونے کو کہتے ہیں۔[شرح السنة ٢/ ٣٤٩] اس حدیث میں یہ معنی مراد نہیں؛ جس کی وضاحت آئے گی۔

صنعانیؒ کہتے ہیں: ''مجھے حکم نہیں'' میں اشارہ ہے کہ یہ اچھا کام نہیں ہے؛ کیونکہ اگر یہ واقعی اچھا کام ہوتا تو ضرور اللہ رب العزت اپنے خلیل ﷺ کو اس کا حکم فرماتے۔اور صحابہ کرام ﷺ خوب خرچ کر کے اسے عالیشان بناتے۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں مسجد نبوی شریف کی حالت:

مسجد نبوی شریف اس وقت عالم اسلام کا مرکز تھا۔عرش عظیم سے سردارِ ملائکہ وحی الٰہی لے کر نازل ہوتے تھے۔ یہیں سے چہار دانگِ عالم میں توحید وسنت کی دعوت پھیلتی تھی۔علم وعمل کے نور سے دنیا کو جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا مشن جاری وساری تھا۔لاتوں کے بھوتوں کو سبق سکھانے کے لیے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے لشکر روانہ ہوتے اور نصرتِ الٰہی وتربیت نبوی سے سرشار مجاہدین اخلاق حسنہ کے ذریعے زمینوں اور جسموں سے قبل دلوں کو فتح کرتے تھے۔رب العالمین نے اس مسجد مبارکہ کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صلاةٌ في مسجدي هذا خيرٌ مِن ألفِ صلاةٍ فيما سواهُ إلا المسجدَ الحرامَ''[البخاري ح:١١٩٠، مسلم ح:٦ ٥٠(١٣٩٤) عن أبي هريرة ﷺ]

''میری اس مسجد میں ایک نماز دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے زیادہ بہتر ہے، سوائے بیت اللہ شریف کے۔''

دورِ نبوی میں مسجد نبوی شریف کی آبادکاری:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡهِ﴾[التوبة ١٠٨]

''یقیناً وہ مسجد جو روزِ اوّل سے ہی تقویٰ کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے، بہت زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔''

یہ مسجد اصحاب کرام ﷺ کی پرخلوص اور خشوع وخضوع سے مزین نمازوں، صمیم قلب سے نکلتی دعاؤں، قلب وزبان کی ہم آہنگی سے صادر ہونے والے اذکار، رسالت مآب ﷺ کے روح پرور مواعظ ودروس اور تربیت وتزکیہ سے آباد رہتی تھی۔

اس کے نمازیوں کی حالت رب العالمین نے یوں بیان فرمائی: ﴿یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوةِ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡهِ

الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ ○﴾ [النور ٣٦، ٣٧] "اس میں صبح وشام اسی (اللہ) کی تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ ایسے مردانِ کامل جنہیں کوئی تجارت یالین دین اللہ پاک کے ذکر، اقامتِ نماز اور ادائیگی زکاۃ سے غافل نہیں کر سکتی؛ وہ ایک ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں (شدتِ خوف سے) الٹ پلٹ ہوں گی۔"

مبارک دورِ نبوی میں مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا پہلا مرحلہ:

خادم نبوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف (قبا) میں چودہ روز قیام فرمایا۔ پھر بنی نجار کی طرف پیغام بھیجا، وہ تلواریں لٹکائے حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھا کر تشریف لائے۔ بنی نجار کے سردار ارد گرد تھے۔ آپ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے صحن میں اتر گئے۔ آپ ﷺ (تعمیر مسجد سے قبل) جہاں وقت ہو جاتا نماز پڑھ لیتے...... آپ ﷺ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرماتے ہوئے بنی نجار کے سرداروں کو بلا بھیجا اور ارشاد فرمایا: "يا بني النجار! ثامنوني بحائطكم هذا" "اے بنی نجار! مجھ سے اپنے اس باغ کا سودا کرو۔" انہوں نے عرض کیا: نہیں اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں لیں گے۔"

اس چار دیواری میں مشرکوں کی چند قبریں، کھنڈر اور کھجور کے درخت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دے کر مشرکوں کی پرانی قبریں اکھڑوا دیں، پھر کھنڈر کو ہموار کر دیا گیا اور درخت کٹوا دیے گئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درختوں کو قبلے کی جانب جما دیا۔ اس کے دونوں اطراف (دائیں بائیں) پتھر ڈال دیے۔ تعمیر کے دوران چٹانیں اٹھا کر لاتے وقت (جوش وخروش سے) رجزیہ اشعار پڑھتے تھے۔ ان کاموں میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس ان کے ساتھ شریک ہو کر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيرَ إِلَّا خَيرُ الآخِرَةِ   فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

"اے اللہ! اخروی بھلائی کے سوا کوئی بھی بھلائی (پائیدار) نہیں ہے   پس انصاریوں اور مہاجروں کو بخش دیجیے"

[صحيح البخاري كتاب المساجد باب بنيان المسجد]

مسجد نبوی کی تعمیر کا دوسرا مرحلہ: اینٹوں سے مسجد نبوی شریف کی دیواریں چنی گئیں اور قبلے کی جانب رکھے گئے کھجور کے تنوں کو ستون کے طور پر کھڑا کر کے کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے چھپر بنائی گئی۔ اس طرح کڑی دھوپ سے بچاؤ کا انتظام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: وكانَ المسجدُ على عهدِ رسولِ اللهِ ﷺ مبنيًّا

بـالـلَّبِنِ، وسَقُفُهُ الجَرِيدُ، وعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخلِ" [البخاري ح:٤٤٦] "مسجد نبوی دورِ نبوت میں اینٹوں سے بنائی گئی تھی، اس کی چھت کھجور کی ٹہنیاں تھیں اور ستون کھجور کے تنے تھے۔" حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "كانَ سَقفُ المسجدِ مِن جريدِ النَّخلِ" [صحيح البخاري] "مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی۔" اس مرحلے میں مسجد کی فرش کھیت کی مٹی تھی۔

تیسرا مرحلہ: بارش میں کیچڑ سے بچنے کی خاطر مسجد کی فرش پر بجری بچھائی گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "ایک رات ہم پر بارش ہوئی جس سے زمین بھیگ گئی۔ آدمی اپنے کپڑے میں کنکریاں اٹھا کر لاتا اور نیچے بچھا لیتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز پوری فرما چکے، تو ارشاد فرمایا: "**مَا احسنَ هذا!!**" [أبو داؤد ح:٤٥٨] "یہ کس قدر اچھا ہوا۔"

ایک وہم کا ازالہ: مسجد نبوی شریف کی فرش پر مٹی یا بجری ہونے سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کوئی پاک چیز بچھا کر نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہوگی، جیسے کہ ایک دو تابعین کو یہی شک ہوا تھا۔ یہ محض سادگی اور وسائل کے فقدان کی وجہ سے تھا۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ سے متعدد مواقع پر چٹائی، بستر وغیرہ بچھا کر نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے کھانا تناول فرما کر ارشاد فرمایا: اٹھیے میں آپ لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اٹھا اور ہمارے ایک بستر کو، جو بکثرت پہننے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا، پانی سے دھویا۔ پھر رسول اللہ ﷺ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے، تو میں نے ایک یتیم کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی۔ آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر تشریف لے گئے۔ [بخاري ح:٣٨٠، ٨٦٠، مسلم ٢٦٦ (٦٥٨)] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے ایک بستر پر نماز ادا فرمائی۔" حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو ایک چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا، اسی پر سجدہ فرماتے تھے۔" [مسلم ح:٢٨٤ (٥١٩)] احادیث سے یقینی ثبوت کی بنیاد پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے تھے: "اگر میں اوپر تلے چھ گدے بچھا کر نماز پڑھوں تب بھی کوئی حرج نہیں سمجھتا۔" [مصنف ابن أبي شيبة ح:٤٠٤٤]

مسجد کی صفائی کا اہتمام: ﴿وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَيۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ﴾ [البقرة

"اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ہم نے بیت اللہ شریف کو لوگوں کے لیے ثواب کمانے اور امن پانے کی جگہ بنائی۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کو جائے نماز بناؤ۔ اور ہم نے حضرات ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ آپ دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور خوب رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھیں۔" [۱۲۵

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عبادتِ الٰہی کی خاطر مساجد کی پاکیزگی اور صفائی کی اہمیت اجاگر فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ مسجد کی صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ **نجاست سے اجتناب** تو مسلمان کے لیے ہر جگہ اور ہر وقت فرض ہے؛ مساجد کو شرعاً **پاک** قسم کے کچرے سے بھی بچانا ضروری ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے "ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے قبلے کی جانب **بلغم** دیکھا تو آپ پر یہ نہایت گراں ہوا، حتیٰ کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے چہرہ انور پر ناراضگی واضح طور پر محسوس کی۔ آپ ﷺ نے بدست خود اسے کھرچ کر صاف کیا۔ پھر ارشاد فرمایا: "**إنّ أحدَكم إذا قام في صلاتِه فإنه يناجي ربَّه، فلا يبزقنَّ أحدُكم قِبَلَ قبلتِه، ولكن عن يسارِه أو تحتَ قدمه**" "یقیناً تم میں سے کوئی جب اپنی نماز شروع کرتا ہے، تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ پس تم میں سے کوئی ہرگز اپنے قبلے کی جانب نہ تھوکے، لیکن (مجبوری ہو تو) اپنی بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی چادر کا پلو ہاتھ میں لے کر اس میں تھوکا، پھر اسے لوٹ پوٹ کر کے دکھا کر ارشاد فرمایا: "**أو يفعلُ هكذا**" "یا اس طرح کرے۔" [البخاري ح:٤٠٥، ٤٠٦، مسلم ٣٩٧، ٥٥١]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**البُزاقُ في المسجدِ خطيئةٌ وكفّارتُها دَفنُها**" "مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے زمین میں دبا دینا ہے۔" [البخاری ح:٤٠٥، مسلم ح:٥٥٢]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**مَن دخلَ هذا المسجدَ فبزَقَ أو تنخَّمَ أو تنخَّعَ فليحفِرْ فيه وليُبْعِدْ فليَدْفِنْهُ، فإن لم يفعلْ ففي ثوبِه ثم ليخرُجْ به**" [مسند أحمد ح:٨٢٩٧ وحسنه الأرنؤوط] "جو اس مسجد میں داخل ہو جائے پھر تھوک مارے یا رینٹ صاف کرے یا کھنکھارے تو اس میں کھودے، گہرا کھودے اور اس میں دفن کرے، اگر ایسا نہ کر سکے، تو اپنے کپڑے میں (بلغم ڈالے) پھر اسے باہر لے جائے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک کالی خاتون مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی

غیر حاضری محسوس فرما کر پوچھا تو بتایا گیا کہ وفات پا گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''أ فلا کنتم آذنتموني'' ''مجھے اطلاع دی ہوتی!'' وجہ یہ معلوم ہوئی کہ غالباً خاکروب بیچاری کو چنداں اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ ارشاد فرمایا: ''مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔'' پھر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور نمازِ جنازہ ادا فرما کر ارشاد فرمایا: ''بیشک یہ قبریں تاریکی سے بھرپور تھیں۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ میری نمازِ جنازہ کی بدولت روشن فرمادے گا۔'' [مسلم ح:٧١(٩٥٦)، بخاري ح: ٤٦٠ مختصراً]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ مبارک میں مسجد کی صفائی کرنے والے کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے مرفوعاً مروی ہے: ''مجھ پر میری امت کے اجر و ثواب والے اعمال پیش کیے گئے، یہاں تک کہ ایک تنکا بھی، جسے آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے۔'' [أبو داؤد ح: ٤٦١ ، الترمذي ح: ٢٩١٦ وقال غريب]

خلافتِ صدیقی میں مسجد نبوی کی حالت:

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ مسجد نبوی کی تعمیر کا ذکر کر کے کہتے ہیں: ''فلم یزد فیه أبوبکر شیئاً'' [البخاري ح: ٤٤٦] ''حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا دورِ خلافت مختصر رہا، جو جھوٹے مدعیانِ نبوت، منکرین زکاۃ اور دیگر مرتدین کے ساتھ جہاد کے ذریعے دین کی حفاظت کرنے میں گزرا۔

ابھی تک مسجد نبوی شریف کی دیواریں کچی تھیں۔ فرش پر بجری بچھی تھی، جس سے کیچڑ کی زحمت کم یا ختم ہو چکی تھی۔ چھت کی چھپر صرف تیز دھوپ سے بچانے کے کام آتی تھی، بارش سے بچانے کا انتظام نہیں تھا۔

تعمیر مساجد سے متعلق احکام شریعت:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾ [التوبة ١٨] ''سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جس نے اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لایا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا، پس ان ہی لوگوں کو امید رکھنا چاہیے کہ ہدایت یافتہ ہو جائیں۔'' آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ مساجد کی اصل غرض و غایت ان کی آبادکاری ہے، لہٰذا ''ضرورت'' ہی تعمیر مساجد کی وجہ ہونی چاہیے۔ ضرورت ثابت ہو جائے تو حضرت عائشہؓ کا بیان ہے: ''أمر رسول اللّٰه ﷺ ببناء المساجد في الدور وأن تنظف و تطیب'' [أبو داؤد ح: ٤٥٥، الترمذي ح: ٥٩٤ صححه الألباني مشكاة ٧١٧]

''اللہ کے رسول ﷺ نے محلوں کے اندر مساجد تعمیر کرنے اور انہیں صاف وخوشبودار رکھنے کا حکم فرمایا۔''

یعنی انسانی آبادیوں کے اندر مساجد تعمیر کرنے کی تلقین فرمائی؛ تاکہ انہیں نماز باجماعت سے آباد رکھا جائے۔

مساجد کی عمارت کے بارے میں ہدایات نبویہ:

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو خط میں لکھا: ''أما بعدُ، فإنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ كانَ يأمُرُنا بالمساجدِ أن نصنعَهَا في ديارِنَا ونُصلِحَ صَنعَتَهَا ونُطَهِّرَهَا'' [سنن أبي داؤد ح:٤٥٦ وصححه الألباني]

''اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اپنے محلوں میں مساجد بنانے، انہیں **عمدہ تعمیر کرنے** اور پاک صاف رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔''

حضرت عروۃ بن الزبیرؒ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''كانَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ يأمُرُنَا أن نصنعَ المساجدَ في دُورِنَا وأنْ نُصلِحَ صَنعَتَهَا ونُطَهِّرَها'' [مسند أحمد ح:٢٣١٤٦ وحسنه الأرنوط] ''اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اپنی آبادیوں کے اندر مساجد بنانے، انہیں **عمدہ تعمیر کرنے** اور پاک صاف رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔''

احادیث مبارکہ کی روشنی میں شیخ البانیؒ لکھتے ہیں: مساجد کی تعمیر میں ان امور کا خیال رکھنا چاہیے:

(۱) عمارت درست اور مضبوط ہونا چاہیے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں عمدہ ومعیاری بنانے کا حکم فرمایا ہے۔ الشید کا ایک معنی چونا بھی ہے، لیکن اس حدیث میں ممنوعہ تشیید سے مراد ''چونہ گچ کرنا'' نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مساجد کی عمارت کو ''**عمدہ اور مضبوط**'' بنانے کا حکم فرمایا ہے، جس کے لوازمات میں چونے کا استعمال بھی شامل ہے۔ اس حدیث کی رو سے موجودہ دور میں سیمنٹ، سریا، (ٹائل، شیشہ اور عمدہ لکڑی وغیرہ) کا سادگی کے ساتھ استعمال جائز ہے۔

(۲) فرمانِ نبوی کے مطابق زیادہ بلند وخوبصورت نہیں بنانا چاہیے۔ کیونکہ تشیید کا مشہور معنی بلند وبالا بنانا ہے۔ اور زیردرس حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔ اس میں ان لوگوں کی تردید ہے، جو اس آیت کریمہ سے عمارت کو بلند وشاندار بنانے کا استدلال کرتے ہیں: ﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾ [النور ٣٦] ''ان گھروں میں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بلند رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔'' شیخ البانیؒ کہتے ہیں: احادیث شریفہ کی روشنی میں اس آیت مبارکہ کا معنی مساجد کی تعظیم کرنا، انہیں توہین آمیز چیزوں سے پاک اور بلند رکھنا ہے۔ یعنی ان میں شرک نہ کیا جائے، بے حیائی نہ کی جائے، انہیں میل کچیل اور نجاست سے پاک رکھا جائے اور ان میں شوروغل نہ کیا جائے۔ [الثمر المستطاب في فقه السنة والكتاب]

(۳) مساجد کی تزئین وآرائش سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں مال کو ایسے کام میں ضائع کرنا ہے، جس میں نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ نہیں؛ بلکہ یہ نمازی کو خشوع سے غافل کرنے کا ذریعہ ہے، جو کہ نماز کی روح اور اس کا ثمرہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ شریف میں "مینڈھے کے سینگ" دیکھنے پر کلید بردارِ کعبہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو ڈھانپنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: "**لا ينبغي أنْ يكونَ في البيتِ (الكعبةِ) شيءٌ يَشغَلُ المُصلِّيَ**" [أبو داؤد ح: ۲۰۳۰، أحمد ح: ۱۶۶۳۷ وصححه الألباني والأرنؤط] "**بیت اللہ شریف کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کی توجہ مبذول کرے۔**" [الثمر المستطاب] حالانکہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز شاذ ونادر ہی پڑھی جاتی ہے۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح شدہ مینڈھے کے سینگ ہیں۔

(۴) نیز مسجد کی قبلہ سمت اور دائیں بائیں انسانی قد کے برابر تک کھڑکی نہیں ہونی چاہیے۔ روشندان اس سے اوپر ہی ہونے چاہئیں؛ تاکہ نمازی کی توجہ باہر کی طرف نہ جاسکے۔ واللہ أعلمُ

دورِ فاروقی میں مسجد نبوی کی حالت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سالہ دورِ خلافت میں اندرونی استحکام مثالی رہا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے اس دور کے دونوں سپر پاورز (روم اور فارس) کو سرنگوں کرنے کے بعد خلافت اسلامیہ دنیا کی واحد سپر پاور بن گئی۔ آبادی اور آمدنی میں اضافہ ہوا۔ دنیا جہاں سے علوم نبوت کے شیدائی مرکز علم وعمل مدینہ نبویہ کی طرف اُمڈ آنے لگے۔ جس سے مسجد نبوی شریف کی توسیع کی ضرورت پیش آئی۔ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی ٹھانی۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **وأمَرَ عمرُ ببناءِ المسجدِ وقال: "أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ، وَإِيَّاكَ أن تُحَمِّرَ أو تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ"** [البخاري باب بنيان المسجد] "**حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر نو کا حکم دیا اور فرمایا: "لوگوں کو بارش سے بچانے کا انتظام کرو، اور میں تجھے سختی سے منع کرتا ہوں کہیں سرخ یا پیلا رنگ نہ کر، کہ تو لوگوں کو فتنے میں مبتلا کردے۔"**" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "**وزادَ فيهِ عمرُ وبناهُ على بنيانِه في عهدِ رسولِ اللهِ ﷺ باللَّبِنِ والجَرِيدِ، وأعادَ عُمُدَهُ خَشَبًا**" [البخاري ح: ۴۴۶] "**حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی اور عمارت اسی انداز پر بنائی جس طرح دورِ نبوت میں تھی، یعنی اینٹوں اور ٹہنیوں سے، اور اس کے ستون**

دوبارہ لکڑی کے لگوائے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر نو میں چار باتوں کا خیال رکھا: (۱) مسجد کی حسب ضرورت توسیع کی گئی۔ (۲) چھت کو مضبوط بنا کر بارش ٹپکنے سے محفوظ کر لیا۔ (۳) مسجد میں کسی بھی جگہ سرخ یا زرد یعنی شوخ رنگوں کے استعمال سے سختی سے منع فرمایا، **تاکہ نمازیوں کی خشوع وخضوع میں کمی نہ آئے، جو اس مبارک زمانے میں بکثرت موجود تھی۔** (۴) عمارت کی دیواروں اور فرش کو اسی طرح سادہ رکھا، جس طرح دورِ نبوی میں تھا۔

دورِ عثمانی میں مسجد نبوی شریف کی تعمیر نو:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ عہدِ خلافت میں اسلامی حکومت کی فتوحات اور ترقی میں مزید اضافہ ہوا۔ مسجد نبوی شریف میں توسیع فاروقی کے باوجود تنگ دامنی محسوس ہوئی، تو اس ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر اپنے ترقی یافتہ دور کے تقاضوں کے مطابق کرائی۔ اس توسیع کی خصوصیات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے درج ذیل بیان کی ہیں: "**غَيَّرَهُ عثمانُ فزادَ فيهِ زيادةً كثيرةً وبنى جِدارَه بِالحجارةِ المَنْقُوشَةِ والقَصَّةِ وجعلَ عُمُدَه مِن حجارةٍ منقوشةٍ وسَقَفَه بِالسَّاجِ**" [البخاري ح:٤٤٦، أبو داؤد ح:٤٥١] "(۱) مسجد کو خوب وسیع کیا گیا۔ (۲) تو ڑ کر ہموار کردہ پتھروں سے اس کی دیواریں چونہ گچ کر کے بنائی گئیں۔ (۳) ستون کھجور کے تنوں کے بجائے ہموار پتھروں سے بنائے گئے۔ (۴) چھت ساگوان کی عمدہ ومضبوط عمارتی لکڑی سے بنائی گئی۔" (۵) خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد میں زیب وزینت خود کرانا تو درکنار، کسی شوقین مزاج کی تھوڑی سی کوشش کو بھی برداشت نہ کیا۔ "ایک دفعہ مسجد میں چونے کا سنگترہ لٹکتا دیکھا تو اسے کاٹ پھینکنے کا حکم دیا۔" [شرح السنة للبغوي ٢/٣٤٩] تعمیر عثمانی میں کنگورے اور محراب بھی نہیں تھے۔ [الدرة الثمينة في أخبار المدينة]

الحِجَارَةِ المَنْقُوشَةِ کی وضاحت: "نَقَشَ يَنْقُشُ نَقْشًا" کا لفظی ترجمہ ہے: نقش ونگار کرنا۔ لغت میں اس کا ترجمہ دیکھ کر عام آدمی کو وہم ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ مسجد نبوی شریف کی دیواروں اور ستونوں کو ایسے پتھروں سے تعمیر کیا ہوگا، جن پر مختلف رنگوں سے پھول پتے اور بیل بوٹے وغیرہ بنائے گئے تھے۔

اس جلیل القدر خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر میں ایسا کوئی طریقہ یا میٹریل ہرگز استعمال نہیں کیا، جو تعمیر

مساجد کے احکام نبوی کے مخالف ہو۔اہل لغت نے نَقْشَ الرَّحٰی کا ترجمہ کیا ہے: نَقَرَهَا یعنی چکی کے دندانے بنانا۔ [تاج العروس، أساس البلاغة، مصباح اللغات] چکی کے پاٹ جب بالکل ملائم پھسلواں ہو جاتے ہیں،تو پیسنے کے قابل نہیں رہتے؛اب اسے ہتھوڑی سے کوٹ کر کھردرا کیا جاتا ہے۔حدیث کے لفظ "الحجارة المنقوشة" کے معنی اس کے علاوہ ہرگز نہیں۔یعنی خلیفہ راشد عثمان ﷛ نے مسجد نبوی شریف کی دیواریں اور ستون ایسے پتھروں سے تعمیر کرائے،جنہیں توڑنے کے بعد ہتھوڑی سے کوٹ کر ہموار کیا گیا تھا۔اس سے دیوار بالکل سیدھی،مضبوط اور ہموار بنتی ہے۔

پھر دیواروں کی چنائی میں مٹی کے گارے کے بجائے "چونا" استعمال کرایا۔

چونے کے کئی فوائد ہیں: (۱) دیوار مضبوط ہو جاتی ہے۔کہتے ہیں کہ سیمنٹ کی عمر ایک صدی ہوتی ہے،جبکہ چونے کی عمر اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (۲)اس سے گرمی اور سردی کی شدت میں بھی کمی ہوتی ہے۔

گورنر مدینہ عمر بن عبدالعزیز﷫ نے ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں ان تمام مساجد کو،جن میں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی،اسی طرح توڑ کر ہموار کیے ہوئے پتھروں کی قطاروں سے تعمیر کیا تھا:بالحجارةِ المنقوشةِ المطابقةِ.

[تاريخ المدينة لعمر بن شبة ت ٢٦٢هـ ١/٧٤]

تعمیر مساجد سے متعلق رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام ﷢ کے خدشات:

اللہ کے رسول ﷺ نے عملاً مسجد قبا اور مسجد نبوی بالکل سادہ تعمیر کرائی۔ہاں ان کی صفائی کا خاص اہتمام فرمایا۔ پھر زبان مبارکہ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت اپنے گھروں میں سادگی کو پسند فرماتا ہے،اس لیے اپنے رسول ﷺ کو مسجد کی عمارتیں بلند و بالا اور عالیشان بنانے کا حکم نہیں فرمایا ہے۔

عن أبي سعيدٍ ﷛ قال قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ "لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَن قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حتّٰى لو سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ" قلنا يا رسولَ اللّٰهِ: اليهودُ والنصارىٰ؟ قالَ: "فَمَنْ" [البخاري ح:٣٤٥٦، ٧٣٢٠، مسلم ٦(٢٦٦٩)] "حضرت ابو سعید سعد الخدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم ضرور بضرور اپنے سے پہلے والوں کے طور طریقوں پر بالکل ایسے چلو گے،جس طرح بالشت بالشت کے اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔" ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اور کون ہو سکتے ہیں؟!"

ان احادیث نبویہ اور زیر درس حدیث شریف کی روشنی میں حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم لوگ ضرور بضرور اپنی مسجدوں کو اسی طرح مزین کرے دم لو گے، جس طرح یہود ونصاریٰ اپنے عبادت گاہوں کی زیب وزینت کرتے ہیں۔" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: "امت کے آخری زمانے کے لوگ اپنے مساجد کی بناوٹ اور شان وشوکت پر ایک دوسرے سے فخر کریں گے؛ پھر انہیں آباد کرنے کا اہتمام کم ہی کریں گے۔" [صحیح البخاري باب بنيان المسجد، شرح السنة للبغوي باب ثواب من بنى مسجدا ٢/٣٤٩]

شیخ البانیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ، عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی مساجد کی زیب وزینت سے منع والی کئی صریح ومرفوع احادیث ذکر کی ہیں؛ لیکن یہاں صحیح احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مسجد نبوی کی زیب وزینت اور آرائش وزیبائش کا آغاز:

اموی خلیفہ مسٹر ولید بن عبدالملک نے روم سے ماہر کاریگر اور نقش ونگار کے سامان منگوائے۔ 40 رومی اور 40 قبطی کاریگر خوبصورت زنجیریں، فانوس، رنگ برنگے سنگریزے (الفُسَیفِسَاء) اور چونے کے پتھر لے کر مدینہ آئے۔ بنیادیں پتھروں سے اٹھائی گئیں۔ دیواریں توڑے ہوئے ہموار پتھروں کی قطاروں سے بنائیں اور چونے کو چھان کر چنائی کی گئی۔ مسجد کے ستون ہموار پتھروں کی قطاروں سے تعمیر کیں اور درمیان میں لوہے اور سیسہ کے راڈ ڈال دیے۔ دیواروں پر رنگ برنگے پتھروں کے ٹکڑوں اور سنگ مرمر سے خوبصورت نقش ونگار بنائے گئے۔ چھت ساگوان کی عمدہ لکڑی سے بنا کر سونے سے ملمع کاری کی گئی۔ امہات المؤمنینؓ کے گھروں اور نبی کریم ﷺ کی قبر کو بھی مسجد میں داخل کر دیا۔

جس معمار کے رنگین سنگریزوں کا درخت پسند آتا' اسے 30 درہم انعام دیے جاتے۔ مسجد کے چاروں کونوں پر مینار بنائے گئے۔ گورنر عمر بن عبدالعزیز نے مسجد میں کنگرے اور محراب بنائے۔ مقصورہ (بند کمرہ پر مشتمل محراب) بھی ساگوان سے نہایت خوبصورت بنایا۔ تعمیر ۹۱ھ سے شروع کر کے ۹۴ھ میں مکمل ہوئی۔ ولید حج کر کے مدینہ آیا اور مسجد کی خوبصورتی کا معائنہ کیا۔ مقصورہ کی چھت دیکھ کر کہا: ساری چھت اس طرح کیوں نہ بنائی؟ عمر نے کہا: اس پر 45000 خرچ آیا ہے۔ آخر میں ولید نے ابانؒ بن عثمانؓ بن عفان سے کہا: "ہماری عمارت تمہاری عمارت سے کتنی مختلف ہے؟!" خلیفہ راشدؓ

کے فرزندؒ نے برجستہ جواب دیا: "إنّا بنیناہُ بناءَ المسجدِ وبنیتُموہُ بناءَ الکنائسِ" [الدرة الثمینة في أخبار المدینة لابن النجار ت ٦٤٢ھ] "ہم نے تو اسے "مسجد" کی طرح (سادہ و باوقار) بنایا تھا، آپ لوگوں نے اسے کنیسے کی طرح (نقش و نگار سے مزین) تعمیر کیا ہے۔"

اس تاریخی اقتباس سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے:

(۱) خلفاء راشدین ﷺ کا مبارک زمانہ گزرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی ناپسندیدہ پیش گوئی کے مطابق ۹۱-۹۴ھ میں مسجد نبوی شریف اس دور کی ہر ممکن تزئین و آرائش سے مزین بلند و بالا، شاندار اور خوب صورت بنائی گئی۔ اس طرح اموی حکمران مسٹر ولید بن عبدالملک صاحب ہی "**مساجد کے مقابلہ حسن**" کا بانی ہے۔

(۲) فنی مہارت کے پیش نظر مسجد کی تعمیر میں غیر مسلموں سے بھی کام لیا گیا۔ حتیٰ کہ ایک خبیث نے مسجد کے قبلے کی جانب خنزیر کی تصویر بھی بنائی تھی، جس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ [الدرة الثمینة]

(۳) عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ کے گورنر تھے، خلافت ملنے کے بعد ان کی سیرت میں زبردست انقلاب آیا تھا۔

(۴) "الحجارة المنقوشة" سے مراد توڑ اور کوٹ کر ہموار کیا ہوا پتھر ہے، کرید کر نقش و نگار بنا ہوا پتھر نہیں۔ حتیٰ کہ پتھروں پر نقش و نگار ولید صاحب کے زمانے میں بھی نہیں بنایا گیا۔ اس نے ہموار دیواروں پر چونے کا پلستر کر کے رنگین سنگریزوں سے پھول بوٹے اور درخت وغیرہ بنوائے تھے۔

(۵) "قبر نبوی" کو مسجد میں شامل کرنا مسٹر ولید کی سنگین غلطی تھی۔ اسی ظالم بادشاہ کے خلافِ سنت و سیرت کام کی تقلید میں بعد کے اہل بدعت اپنے مذہبی پیشواؤں کی قبریں مساجد سے منسلک بناتے ہیں۔

(۶) تعمیر ولیدی کی حالت "زار" پڑھنے کے بعد مسجد نبوی اور مسجد الحرام شریف کی توسیع سعودی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس تعمیر و توسیع میں حتی الامکان مضبوطی اور سہولیات کے ساتھ دیواروں اور فرش کو نسبتاً سادہ اور باوقار بنانے کی کوشش بھی کارفرما رہی ہے۔ جزاھم اللہ خیرًا

اگر قالین بھی سادہ بچھانے کا اہتمام کیا جاتا تو بہتر ہوتا؛ کیونکہ حرمین شریفین میں بچھے ہوئے رنگین و پھولدار قالینوں نے بعض لوگوں کو اس مسئلے سے متعلق احکام شریعت بھلا کر "**مساجد کے مقابلہ حسن**" میں مبتلا کر دیا ہے۔

نماز میں خشوع وخضوع کی اہمیت:

عبادت الٰہی کی روح "خشوع وخضوع" ہے، اس کے بغیر بندگی کا بلند مرتبہ "احسان" ہرگز نصیب نہیں ہوسکتا۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝﴾ [المؤمنون ۱،۲] "یقیناً اہل ایمان فلاح پاگئے۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔" حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا: "إنّ الرجلَ لَيُصلّي الصّلاةَ فينصرِفُ وما كُتِبَ لهُ منها إلّا عُشرُها تُسعُها ثُمنُها سُبعُها سُدسُها خُمسُها رُبعُها ثُلثُها نِصفُها" [أبو داؤد ح:۷۹۶ وحسنه الألباني، أحمد ح:۱۸۸۹٤ وصححه العراقي والأرنؤط] "بیشک آدمی نماز پڑھ کر فارغ ہوجاتا ہے؛ لیکن اس کے نامہ اعمال میں اس میں سے دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصے کے علاوہ (ثواب) نہیں لکھا جاتا۔"

یقیناً نماز کے ثواب میں اتنا بڑا فرق واقع ہونے کی وجہ خشوع وخضوع کی کمی بیشی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ یہی نماز کی روح ہے اور اسی کے حساب سے نماز انسان کے سیرت وکردار میں اپنی برکات ظاہر کرتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ......﴾ [العنکبوت ٤٥] "بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر بہت عظمت والی چیز ہے، اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إنّ المؤمنَ إذا قامَ في الصلاةِ فإنّه يُناجِي رَبَّهُ" [البخاري ح:٤١٣، ٥٣١، ١٢١٤، مسلم ٥٤(٥٥١)] "یقیناً ایماندار شخص جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے رب تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے۔" لہٰذا نماز میں موبائل کی گھنٹی بند رکھنی چاہیے۔

حضرت حارث الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إنّ اللهَ عزوجلّ أمرَ زكريّا...... وآمُرُكم بالصّلاةِ فإنّ اللهَ عزوجلّ ينصِبُ وجهَهُ لِوجهِ العبدِ ما لم يلتفِتْ، فإذا صليتُم فلا تلتَفِتُوا......" [أحمد ح:١٧١٧٠ وصححه الأرنؤط] "بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو پانچ خاص احکام کی تبلیغ کا حکم فرمایا ......اور میں تمہیں نماز کا حکم دیتا ہوں؛ یقیناً عزت وجلال کا مالک اللہ تعالیٰ اپنا مبارک چہرہ بندے کے چہرے کی طرف متوجہ رکھتا ہے جب تک وہ مڑ نہ جائے، لہٰذا جب تم نماز پڑھنے لگیں تو مڑ کر مت دیکھا کرو......"